اسلامی دینی تعلیم پر امریکی یلغار

پروفیسر مسعود الرحمٰن خان ندوی(۱)

امریکہ کے قومی مفادات اور خارجہ پالیسی کے بنیادی مقاصد میں تسلسل و استحکام ہے، اس کا فرضی حریف (سابقاً سوویت یونین، حالیاً اسلامی بلاک) ہر وقت اس کے سامنے ہے۔ امریکہ کی دونوں بڑی سیاسی پارٹیوں (ریپبلکن، ڈیموکریٹ) کے آنے جانے سے ان میں کوئی فرق نہیں پڑتا، طریق کار کا فرق ہوسکتا ہے جیسے اکثر فاشسٹ ذہنیت رکھنے والے ممالک کی بڑی پارٹیوں میں ہوتا ہے، خواہ وہ جمہوریت کا لبادہ ہی کیوں نہ پہنے ہوئے ہوں۔ ایک پارٹی زک پہنچا کر تسلی دیتے ہوئے تھپتھپا بھی دیتی ہے، تو دوسری برسرِ عام گرجتی برستی، دھمکاتی گھڑکی دیتی، چوٹ لگا کر زخم پر مرچ چھڑکتی اور یہ رٹ بھی لگائے رہتی ہے کہ ہماری حریف (اسلام) سے دشمنی ہے، نہ اس کے افراد (مسلمانوں) سے جنگ، اسلام تو بڑا پرامن دین ہے، اور مسلمان بڑے تابعدار، مطیع و فرمانبردار جب تک کہ ہمارے محبوب پالتو جانور کی طرح تعاون کرتے رہیں، اور بس ذرا سا ہمارے لئے اسلام کے بعض حساس پہلوؤں سے مجتنب رہیں، رہا ان میں سے بعض ضدی جاہل گمراہ مٹھی بھر لوگوں کا معاملہ تو ورلڈ کمیونٹی یعنی عالمی برداری (ایک اور نئی استحصالی اصطلاح) کی طرف سے ہم ان سے نپٹ لیں گے! آخر کو ہم عالمی دادا ٹھہرے!

ظلم و جبر و قہر وغیرہ الفاظ سے جان و مال اور عزت و آبرو کے ساتھ زیادتی، ناانصافی، استحصال کی طرف ذہن منتقل ہوتا تھا۔ دین و مذہب، سوچ بچار، علم وفن کے میدانوں سے گزرتے ہوئے رہن سہن، کھانے پینے، اوڑھنے پہننے تک جبری وقہری مداخلت سامراجی دین ہے۔ زبانی حد تک اگرچہ اب بھی سیاسی و سماجی، علمی و فکری، دینی و مذہبی تعدد و تنوع قابل تعریف رنگا رنگ پہلو سمجھے جاتے ہیں، لیکن ان میدانوں میں بھی عملاً نہ صرف مقامی حکومتوں کی کھلی چھپی مداخلت بڑھتی جا رہی ہے، بلکہ گلوبل سامراج کے داعی امریکہ اور اس کے ہمنوا ممالک نے اپنے سیاسی و اقتصادی مفادات کے فروغ کے لئے لباس و معاش، فکر و فن، تعلیم و تعلم سب کو یک رنگی کے خانہ میں داخل کر کے دنیا کی تاریخ میں جبر و قہر کی ایک انوکھی مثال قائم کی ہے۔

۱۔ شعبہ اسلامیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، یوپی۔

یہودی زرخیز منصوبہ بند فکری بالادستی کے زیر اثر امریکی رہنماؤں (اور ان کے زیر سایہ پنپنے والے موقع پرست ممالک) کے سر پر عرصہ سے یہ بھوت سوار ہے کہ عرب مسلم دنیا میں اسلامی دینی تعلیم سے دہشت گرد نسلیں فارغ ہو رہی ہیں، جو مغربی ایشیا میں صیہونی منصوبوں اور تمام دنیا میں امریکہ کی قیادت میں مغربی مفادات کو للکار رہی ہیں، اس لئے اگر سوشل ازم اور کمیونزم کے الحاد کے مقابلہ کے لئے اس میں مذہبی دھار رہے تو رہے، لیکن اس کو امریکی مفادات کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننا چاہئے بلکہ اس میں ان کے موافق ترمیم وتبدیلی اور موڈرنائزیشن ہو کر مغربی/ امریکی لادینی اسلامی تعلیم کا ایک نیا ایڈیشن تیار ہونا چاہئے، جس سے دنیا کے مذہبی گروہوں بالخصوص یہود، عیسائی اور مسلمان ابنائے عم میں دین کے رشتہ سے مسلمانوں کی طرف سے یک طرفہ طور پر امتیازِ من وتو نہ رہے۔ مذہبی کراہیت اور نسلی منافرت کا خاتمہ ہو، باہمی مفاہمت اور بقائے باہم کے اصولوں کا بول بالا اس طرح ہو کہ طاقت کے زور پر اگر کوئی (مغربی یہودی عیسائی) کسی کمزور (مسلمان) کے وطن میں گھس جائے تو مظلوم اس کی مزاحمت نہ کرے، بلکہ خوشدلی سے اس کا استقبال کرے، اور اس کو اپنا نجات دہندہ سمجھے، آزادیٔ فکر وضمیر اور جمہوری نظام حکومت کو اس طرح لاگو کیا جائے کہ کوئی دینی واخلاقی قید وبند باقی رہے نہ عزت وشرافت کی کوئی دھجی، نہ کوئی قومی ووطنی غیرت وحمیت! سامراجی عزائم رکھنے والے غیر ملکی دشمنوں کے سیاسی ومعاشی استحصال کے خفیہ وعلانیہ منصوبوں سے صرفِ نظر کر کے مسلم اہلِ ملک ووطن خوشدلی سے ان کو گلے لگائیں ورنہ دہشت گرد کہلائیں، اور کماحقہٗ اس کی سزا پائیں!

گزشتہ صدی کی ساتویں دہائی کے اواخر اور آٹھویں دہائی کی ابتداء میں مصر واسرائیل کے درمیان صلح وصفائی کے معاملات طے ہو کر کیمپ ڈیوڈ تماشے پر منتج ہوئے، پھر عرب ذہن تیار کرنے کے لئے جستہ جستہ اس کی خفیہ وعلانیہ دفعات صحافت میں سرایت کر کے موضوع بحث بنیں، اور مصر میں اسلامی دینی تعلیم میں ترمیم وتبدیلی کے اسرائیلی وامریکی مطالبہ کا دبی زبان سے ذکر آنا شروع ہوا۔(۱) تو غیر ممالک کے اندرونی معاملات میں عدمِ مداخلت کے مسلمہ اصول کے سہانے

۱۔ ڈاکٹر مصطفی محمد طحان نے اپنے مقالہ میں (بحوالہ کتاب التطور بین الحقیقة والتضلیل تالیف ڈاکٹر جمال عبدالہادی محمد مسعود، جامعہ اسیوط، مصر، ۱۹۹۰ء) اسلامی تعلیم میں تبدیلی کے مطالبہ کا سہرا عالمی تنظیم ''اسلام اور مغرب'' کے ماتحت طرفین میں باہمی مفاہمت کے موضوع پر (باقی آگے)

دور میں اس کھلی ہوئی دھاندلی پر یقین نہیں آتا تھا، لیکن اس کو دیکھ کر دل دھڑکتا تھا، اس لئے کہ مغربی عیار ناقابل تسلیم ناگوار باتوں کے لئے ذہن ہموار کر کے ان کے منوانے کی بڑی طویل المیعاد منصوبہ بندی کرتے ہیں، چنانچہ بیس بائیس برس کے اندر وہ ناقابلِ یقین مطالبہ عرب مسلم ممالک سے متعلق امریکہ (اور اس کے زیرِ سایہ زندگی گزارنے اور پنپنے والے ممالک) کی پالیسی کا بنیادی جزء، اور دہشت گردی سے جنگ کے نام پر ان کو دبانے کا زہریلا حربہ بن گیا۔ اسلامی دینی تعلیم میں ترمیم و تبدیلی یا موڈرنائزیشن کے لئے نظر ثانی کے مسئلہ پر امریکی دباؤ کی شدت اور عرب ممالک کی حالتِ زار کا صحیح اندازہ کرنا ہو تو دہشت گردی کے خلاف جنگ کے سیاق میں امریکی وزیر دفاع رونالڈ رمسفیلڈ کی اپنے بڑے معاون افسران کے نام خفیہ یادداشت اور دیگر عہدیداران کے وہ بیانات ملاحظہ کریں جن کا ذکر احمد عبدالرحمٰن کی تیار کردہ رپورٹ میں آیا ہے، جو کویت کے ہفت روزہ الفرقان (شمارہ: ۲۷۰، ۲۴رنومبر: ۳، صفحات ۳۰۔۳۲) میں شائع ہوئی ہے، اس کے متعلقہ اجزاء کا خلاصہ (قوسین میں) ترتیب نو کے ساتھ اردو میں پیش ہے۔

امریکی وزیر دفاع کی خفیہ یادداشت:

یادداشت کی ابتدا ہی ان سوالات سے ہوتی ہے کہ "کیا امریکہ کو ایک ایسے وسیع و مکمل منصوبہ کی ضرورت ہے جو دہشت گردوں کی نئی نسل کو پیدا ہونے سے روکے؟ اور کیا عرب دنیا میں موجودہ دینی تعلیمی اداروں کو توڑنے اور کسی قدر معتدل تعلیمی ادارے قائم کرنے کے لئے سی آئی اے کو صدارتی فرمان کی ضرورت ہے؟ اس کے لئے دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ کی کامیابی ان دینی اداروں کے خاتمہ کے بغیر ممکن نہیں، دیگر جاری کارروائیوں سے فقط پانچ دس برس کے لئے وقتی اطمینان ہو سکتا ہے، لیکن پھر اس کے بعد تشدد اور خونریزی کی صفات کی حامل نئی دہشت گرد جماعتیں ظاہر ہوں گی۔ اس لئے عرب دہشت گردی کے ہمیشہ کے لئے خاتمہ کی ابتداء تعلیم کے ابتدائی مراحل کے نصاب تعلیم کی ترمیم و تبدیلی سے ہونا چاہئے، اور امریکی تعلیمی ماہرین کو اسلامی دہشت گردی کے نفسیاتی پہلوؤں کے مطالعہ کے لئے مالیاتی فنڈ فراہم کرنا چاہئے، نیز

بقیہ: سیمینار سے جوڑا ہے جو اٹلی میں فینیسیا کے مقام پر ۱۶۔۲۰/اکتوبر ۱۹۷۷ء میں منعقد ہوا تھا۔ (دیکھئے مقالہ بالا کا ترجمہ: سہ روزہ دعوت، نئی دہلی، ۵۱/۱۱۲، ۱۱۳/ردسمبر ۳، صفحات ۲، ۵)۔

نصاب تعلیم کی تبدیلی کے لئے عرب ممالک اور امریکہ کے درمیان تعاون کو ایک لازمی حیثیت دینے اور طرفین کو اس میں مشترکہ حصہ ادا کرنے کی بھی ضرورت ہے، فی الوقت اہم ترین بات ان نصابہائے تعلیم کے ان اجزاء کو بدلنا ہے جو یہود اور مغربی دنیا سے نفرت پر ابھارتے ہیں، اس لئے کہ ان میں ایسا مواد موجود ہے جو امت کے دشمنوں کے خلاف جہاد کے مفہوم کو تقویت پہنچا کر دہشت کے عملی اقدام پر اکساتا ہے، رمسفیلڈ نے عرب ممالک (جن میں سرفہرست مصر وسعودی عرب ہیں) سے (اس کے بقول) متشدد مذاہب (فقہ) کی تعلیم کو منسوخ کرنے ''دینی تربیت'' کے تعلیمی موضوع کا نام بدل کر ''اخلاق و ثقافت'' رکھنے اور عربی زبان و ادب کے نصاب میں خاص طور سے وہ قومی و وطنی گیت اور اشعار نکالنے کا مطالبہ کیا جو یہود اور مغرب سے نفرت اور جہاد پر ابھارتے اور تلقین کو ہیرو بنا کر پیش کرتے ہیں۔''

دقیق ترین تفصیلات کی ترتیب در ترتیب کے ساتھ یہ سب نادر المثال کارروائیاں کس لئے؟ ایک وسیع ترین علاقہ پر آباد متعدد اقوام و ملل پر مشتمل امت مسلمہ کی نئی نسلوں کو ایک طویل مدت کے لئے اس کی مذہبی روح جہاد (جو درحقیقت ہر جاندار مخلوق میں موجود روحِ دفاع ہی ہے) سے بانجھ کرنے کے لئے! جی ہاں! وہی قدیم نام ''جہاد'' یا ''جنگ'' جس کا گمراہ کن اصطلاحوں کے موجدِ مغربی عیاروں نے ''دفاع'' نام رکھا اور اسی دفاع کے نام پر اپنی تین چار سو سال کی ترک تازی میں بڑی بڑی سلطنتوں کو اکھاڑ پھینکا، بڑے بڑے ملکوں کا بیڑہ غرق کیا، اور اب ان کے باقی ماندہ ضلع، گاؤں اور محلوں کے برابر چھوٹے چھوٹے حصوں کو اپنی ''سلامتی کے لئے خطرہ'' کے نام پر ہڑپ کرنے کے درپے ہیں، بلکہ بالواسطہ ''پرامن'' قبضہ تو حاصل کر ہی چکے ہیں۔ واہ رے لاچار و بے بس مسلمانوں کا جہاد، اور وقت کی سب سے بڑی طاقت کا دماغ!

فاشسٹ رہنماؤں یا جابر افسران اعلیٰ کی آواز میں آواز ملا کر صرف غیر تعلیم یافتہ ممالک کے نااہل وزراء اور افسران پر موقوف نہیں، ترقی یافتہ ممالک میں بھی ایسے باجوں، تاشوں یا ریڈیو، ٹی وی کے ریکارڈ کئے ہوئے پروگراموں کے نمونے ملتے ہیں، جو چابی بھرتے یا بٹن دباتے ہی اپنے ماسٹر کی آواز میں بولنے لگتے ہیں۔ وزیر دفاع نے اپنے آقا کی آواز میں آواز ملا کر پھلجھڑی چھوڑی تھی، تو اس کے نائب وزیر دفاع انتہا پسند یہودی پول ولفیر کیسے پیچھے رہتا؟ اس نے وسط نومبر ۳ کو جورج ٹاؤن یونیورسٹی میں اپنے باس کا ریکارڈ بجاتے ہوئے کہا:

امریکی نائب وزیر دفاع کی تقریر:

(اسلامی دینی مدارس) ''لاکھوں مسلم بچوں کو انتہا پسندانہ دینی تعلیم پر ابھارتے اور دہشت گردی سکھاتے ہیں، اس لئے ان کی سرگرمیوں پر روک لگانے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ان کی مالی بجٹ کی حد مقرر کی جائے، لیکن اس سے بہتر ذریعہ یہ ہوگا کہ مقامی طور پر ان مدارس کے مخالف افراد، رجحانات اور اداروں کو تقویت اور مدد پہنچائی جائے تا کہ وہ انتہا پسندی کے سرچشموں کا مقابلہ کریں، لیکن فی الوقت امریکہ اس تجویز کی تنفیذ کی حیثت میں نہیں ہے۔''

جس طرح یہ بات سراسر غلط ہے کہ دینی مدارس مسلم بچوں کو دہشت گردی سکھاتے ہیں، اسی طرح یہ بات بھی مغالطہ آمیز ہے کہ امریکہ دینی مدارس مخالف رجحانات کی تائید و مدد کی حیثیت میں نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ دین مخالف رجحانات کے خلاف حلقوں کی مدد کے لئے تو ان مغربی طاقتوں نے اپنے سامراجی ایام کی ابتداء سے اپنے تمام افرادی اور مالی ذخائر جھونک رکھے ہیں، اور وہ انتہائی جانفشانی سے اپنی مہم تسلسل کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔

امریکی یادداشت بنام عرب ممالک:

''ان دنوں مغربی سیاسی حلقوں میں ایک اور نئی امریکی یادداشت کا چرچا ہے جو عرب ممالک (جن میں مصر اور خلیجی ممالک شامل ہیں) کو بھیجی گئی ہے، اس میں ان سے دہرے تعلیمی نظام (یعنی مستقل علیحدہ دینی اور لادینی نظام تعلیم) کو ختم کر کے دینی مدارس کو عام سیکولر تعلیم کے اداروں کے ماتحت لانے کی بات کہی گئی ہے اور دینی نصابوں میں بنیادی تبدیلی کر کے ان کے پڑھانے کے وقت میں بھی کمی کی ضرورت بیان کی گئی ہے۔''

امریکی کانگریس کی دلچسپی:

''جیسا راجا ویسی پرجا'' مثل کے مطابق امریکی کانگریس بھی اپنی ملکی حکومت کے دہشت گردی کے خلاف جنونی بخار میں برابر کی شریک معلوم ہوتی ہے۔ اس نے فیاضانہ مادی و معنوی تائید رد کے ساتھ ''اسلامی دینی تعلیم کو دہشت گردی کی بہتی ہوئی نہروں میں سے ایک بڑی نہر مانا ہے، اور ان کے تمام چشموں کو سکھانے کے وسائل پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی ہے، جس کے

بارے میں سفارتی حلقوں کا خیال ہے کہ اس کی تشکیل کے بعد آئندہ ہفتوں میں دینی تعلیم کے خلاف مہم تیز ہو جائے گی۔ اس سے پہلے گزشتہ اپریل ۳ میں یہی کانگریس عرب اصل کے اساتذہ و ماہرین کا ایک سیمینار منعقد کر چکی ہے، جس میں عرب دنیا میں رائج دینی ثقافت زیر بحث آئی اور شرکاء نے ''جہاد'' کے متبادل کسی اصطلاح کی تلاش میں بہت سر کھپایا، اس لئے کہ مغربی اور صیہونی حلقوں میں اس لفظ کو سنتے ہی ایک ہسٹیریا کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔''

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صلیبی جنگوں سے اب تک کس طرح تسلسل کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے اور ان کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے کتنے وسیع پیمانے پر ظالمانہ پروپیگنڈہ ہوتا رہا ہے، اور اب بھی ہو رہا ہے کہ اکیسویں صدی میں تاریخ کی سب سے بڑی جنگی قوتوں کے مالک عقلائے زمانہ جو دنیا کو اپنی دھونس و دھاندلی سے بلا لحاظِ انسانیت و آدمیت چلا رہے ہیں، محض ایک لفظ کے جھوٹے پس منظر سے اپنا دماغی توازن کھو بیٹھتے ہیں، دل کا سکون اور رات کی نیند غائب ہو جاتی ہے، اور کمزور مدِ مقابل کو وحشیوں کی طرح روندنے پر تل جاتے ہیں۔ یہ بہادری نہیں، بزدلی ہے اور جھوٹے پروپیگنڈہ کا معکوس نتیجہ!

دینی تعلیم کی امریکن نگرانی اور امداد:

عرب حکام اپنی لاچاری اور بے بسی کی وجہ سے اپنے آقاؤں کے خود ان سے زیادہ وفادار ہونے کا ثبوت بار بار دیتے رہتے ہیں لیکن ان کو یقین نہیں آتا۔ چنانچہ خبر ہے کہ ''امریکہ نے عرب ممالک پر اپنا دباؤ بڑھانے کے لئے وہاں کے تعلیمی نصابوں کی تبدیلی اور امریکی مطالبات کی تنفیذ کی نگرانی کے لئے امریکی ماہرین کے کئی گروہ بھیجے ہیں، جو اگرچہ اپنے آپ کو ممبران کانگریس یا اساتذہ یونیورسٹی بتاتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ امریکن جاسوسی اور تحقیقاتی محکموں سی آئی اے یا ایف بی آئی کے عہدیدار ہوتے ہیں جو دینی تعلیم کے خلاف مہم کی تنفیذ کی پیش رفت اور اس کو زیادہ فعال بنانے کے لئے نئے اقدامات کی نگرانی کرنے اور مشورے دینے کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔'' عجیب بداعتمادی کا عالم ہے کہ وہ حکام جو اپنی جان اور گدی بچانے کے لئے خود بڑھ چڑھ کر عرصہ سے آقاؤں کی مرضی پوری کرنے میں سبقت لے جا رہے ہیں، ان پر بھی اعتماد نہیں، یا ان کی ذلت کا مظاہرہ اپنی انا کی تشفی کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے۔

☆ الغرم بالغنم ☆ خسارہ نفع کے ساتھ ساتھ ہی ہوتا ہے ☆

دوسری طرف عرب حکام کو لالچ دینے اور اس مہم کو زیادہ مؤثر بنانے کے لئے ''امریکی انتظامیہ نے ایک سو سے ڈیڑھ سوملین ڈالر کی فوری امداد پیش کی ہے جو واشنگٹن کے نقطہ نظر سے دینی تعلیم کی اصلاح، خواتین کی تعلیم اور جمہوریت کے فروغ کے مطالبات کی پابندی پر تین سوملین ڈالر تک بڑھائی جاسکتی ہے۔''

امداد کے سلسلہ میں ایک نئی بات یہ سامنے آ رہی ہے کہ ''امریکہ فی الوقت عالمی امدادی اداروں (جیسے عالمی مانیٹری فنڈ، عالمی بینک، یونسکو، یورپ و مشرقِ وسطیٰ مباحثات پر نگراں کمیٹی وغیرہ) سے یہ ترتیب قائم کرنے کے لئے کوشاں ہے کہ امداد حاصل کرنے والے عرب مسلم ممالک کو دینی تعلیمی اداروں اوران کے نصاب تعلیم کی تبدیلی کا پابند بنایا جائے گا، خود امریکہ نے اپنی اعانتوں کو پہلے ہی دینی تعلیم کی اصلاح سے مشروط کر رکھا ہے۔''

ایک اور تجویز یہ ہے کہ ''عرب مسلم ممالک کے ہزاروں مدرسین کو امریکہ بلا کر وہاں کے نظام تعلیم سے ان کو مانوس کیا جائے، اس کام کے لئے دوبلین ڈالر (دوارب ڈالر) کی رقم مخصوص کی گئی ہے۔''

عرب ممالک کا ردعمل:

ابتداء میں عرب ممالک نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے امریکی مطالبات کے ماننے میں آنا کانی کی، لیکن عالمی دادا کے معروف وسائل کے اثر سے جلد ہی راہِ راست پر آ گئے، مگر اپنی ممالک کی رائے عامہ کے بھڑکنے سے بچنے کے لئے اس تبدیلی کی خاموش تدریجی تنفیذ شروع کی۔ ذیل میں بعض عرب ممالک میں اس نصابی تبدیلی کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مصر:

مصر میں کیمپ ڈیوڈ معاہدہ (۸۲۔۱۹۸۱ء) کے زمانہ ہی سے دینی تعلیم کے خلاف منظم مہم سیاسی وسماجی زندگی میں جامع ازہر کے رول کو کمزور کرنے کی حکمتِ عملی اختیار کر کے شروع ہوگئی تھی، اس کے لئے ''ازہر کے بجٹ میں تخفیف کی گئی، نئی ضروری عمارتوں کی تعمیر اور قدیم خستہ عمارتوں کی مرمت موقوف ہوئی، دینی موضوعاتِ تعلیم تفسیر وحدیث وفقہ، عقائد وکلام اور قرآن کے مقررہ

اجزاء کی کمیت کم کی گئی، دینی تعلیم کے ہفتہ واری بیس گھنٹوں میں تخفیف ہوکر صرف چار گھنٹے رہ گئے، نصاب تعلیم میں جہاد اور یہود و بنی اسرائیل سے متعلق تمام مواد کا اخراج ہوا۔ پھر اس تعلیمی جبر وقہر کا اثر مصری دیہاتوں میں بچوں کے مکاتب حفظ قرآن تک پہنچا، شیخ الازہر ڈاکٹر محمد سید طنطاوی نے ان کی انفرادی مستقل حیثیت ختم کرنے کے لئے خلاف قانون دفعہ ۱۰۳ بیک قلم ایک قرارداد کے ذریعہ چھ ہزار مکاتب حفظ قرآن کو ازہری معاہد میں ضم کر دیا اور ان کے پندرہ ملین پونڈ بجٹ میں سے سات سوملین ان معاہد کی مرمت اور باقی آٹھ سوملین ان معاہد کے طلباء کے وظائف کے لئے مخصوص کر دیا، اس دھاندلی پر ممبران مجلس الشعب (پارلیمان) کے اعتراض کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ ان معاہد میں بھی حفظ قرآن کے لئے داخلہ لینے والے طلباء کی راہ میں بیجا شرائط لگا کر پیچیدگیاں پیدا کی گئیں، ان تبدیلیوں کی نگرانی، معائنہ اور مشورہ کے لئے کئی امریکی امدادی اداروں، کانگریس اور یونیورسٹیوں کے وفود آ چکے ہیں۔ چنانچہ قاہرہ میں امریکی سفیر ڈیوڈ والش نے اعتراف کرتے ہوئے یہ کہا: اس سلسلہ میں واشنگٹن براہِ راست مداخلت نہیں کر رہا ہے، ہم صرف مشورہ اور امداد فراہم کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔"

مجھے یاد ہے کہ جب موجودہ شیخ ازہر سے چند برس قبل پہلا امریکی وفد ملا تھا تو صحافت میں بھی اس پر اچنبھے کا اظہار کیا گیا تھا، اور دینی تعلیم میں تو اس مشتبہ ملاقات کو بڑا قابل اعتراض مانا گیا تھا، آخر "کوٹسی کال" کا کہہ کر ان چہ مہ گوئیوں کو رفع دفع کیا گیا۔

فلسطین:

اوسلو معاہدہ (۱۹۹۳ء) کے بعد فلسطین کا بھی وہی حال ہوا جو کیمپ ڈیوڈ کے بعد مصر کا ہوا تھا۔ "فلسطین میں دینی تعلیم کو لگام دینے اور اس کا محاصرہ کرنے کے لئے فلسطین اتھارٹی (انتظامیہ) پر بڑا دباؤ پڑا۔ اس لئے کہ اسرائیل کی نظر میں دینی تعلیم، اُس کے خلاف دہشت گردی کرنے والی تنظیموں حماس، جہاد وغیرہ کے ارکان پیدا کرنے کی بنیادی طور پر ذمہ دار ہے، اس دباؤ کے نتیجہ میں فلسطینی انتظامیہ نے بچوں کے نرسری اسکول سمیت متعدد اسلامی تعلیمی اداروں کو بند کر دیا، اس کی یہ مجبوری تھی کہ تمام مدد دینے والے عالمی مالیاتی اداروں (عالمی بینک، عالمی مانیٹری فنڈ، یورپین یونین بینک وغیرہ) نے اپنی اعانتوں کے ساتھ اسکول اور اعلیٰ تعلیم کے دینی نصابوں میں تبدیلی کی شرائط

عائد کر رکھی تھی، نیز وہاں عرصہ سے ایسی امریکی کمیٹیاں آتی رہتی ہیں جو تبدیلی نصاب سے یہ ضمانت چاہتی ہیں کہ اسلامی تعلیم کا مقصد ایک نظامِ زندگی کے دین کی تعلیم کے بجائے رسوم و رواج کے دین کی تعلیم کا رہ جائے۔"

تونس:

یہ وہی ملک ہے جس کو طاقت و اقتدار کے بل پر لادینی بنانے کے لئے صدر حبیب بورقیبہ نے اپنی طویل مدتِ حکومت داؤ پر لگائے رکھی۔ پھر اس کے جانشینوں نے اس کی ناپاک مہم کو اسی شدت سے جاری رکھا، "وزارتِ تعلیم ہمیشہ اسلام باغی کیمونسٹوں کے ہاتھ میں رہی اور اب بھی بائیں رجحان کے سابق کیمونسٹوں کے زیر تسلط ہے، انہوں نے دینی تعلیم اور اس کے بنیادی سرچشمہ زیتونیہ یونیورسٹی سے اس کے امتیاز کا خاتمہ کر دیا، اور فرانسیسی و امریکی تائید و مدد کے زور پر تونسی معاشرہ کو اس حد تک لادینی رنگ میں رنگ دیا گیا کہ اب وہاں دینی تعلیم کا کوئی اثر و نشان نہیں ہے، بلکہ تعلیم و تہذیب کے میدان پر فرانسیسی اور امریکی جھنڈے لہرا رہے ہیں۔"

یمن:

"جامعہ ازہر مصر کے معاہد کی طرح یمن میں بھی دینی تعلیم معاہد پائے جاتے تھے، لیکن حکومت کی دست درازی کے بعد سے ان کی حالت بھی برباد ہوگئی، دینی جماعتوں کے مجموعہ المجتمع الوطنی للاصلاح کے اعتراض کے باوجود حکومت نے ان معاہد کا علیحدہ مستقل بجٹ وزارتِ تعلیم کے ماتحت کر دیا جس سے ان کی خودمختاری کو بڑا نقصان پہنچا۔ پھر ان کے دینی نصاب میں ترمیم کر کے دینی موضوعات، مواد اور وقت میں کمی کر دی گئی تو اب ان کی حالت لادینی حکومتی مدارس جیسی ہی ہوگئی۔ یمنی صدر علی عبداللہ صالح نے زیادہ جرأت اور صفائی سے کام لیتے ہوئے اپنی مجبوری کا اعتراف ان الفاظ میں کیا: اگر دینی معاہد کو حکومت کے قبضہ میں نہ لیا جاتا تو ان کا ملک بھی افغانستان اور عراق جیسے انجام سے دوچار ہوسکتا تھا۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۳ء کے بعد جن ممالک کو امریکہ روزانہ القاعدہ کے اڈے بتا کر اکھاڑ پھینکنے کی دھمکیاں دیتا تھا ان میں یمن کا نام بھی بار بار آتا تھا۔ پھر دھیرے دھیرے اس کا ذکر کم اور اب معدوم ہوگیا، اسی کا نام ہے دادا گیری!

پاکستان:

پاکستان میں بار بار فوجی حکومتوں کے باوجود شہری آزادیوں کی حالت عرب ممالک سے مختلف تھی، اور طالبان کے استقلال سے پہلے شاید وہاں کی حکومتوں کی لاچاری و بے بسی عالم عربی کی حکومتوں کی حد تک کبھی نہیں پہنچی تھی، اس لئے وہ امریکی جبر و قہر کی پست ترین فہرست میں بہت دیر سے آیا، اور اب جب وہ چنگل میں پھنس ہی گیا تو اس کی تذلیل کے مظاہرے بھی روز بروز سامنے آنے لگے، چنانچہ دینی مدارس پر قدغن، ان کے نصاب کی عصر کے مطابق ''نظر ثانی'' اور اساتذہ طلباء کا ریکارڈ تیار کر کے دینی مدارس پر پورے حکومتی کنٹرول یا ''نیشنلائزیشن'' کے لئے اس کو ایک سو ملین ڈالر کا امریکی تعاون ملا ہے۔ (ترجمہ مقالہ مصطفیٰ محمد طحان، سہ روزہ دعوت، نئی دہلی، جلد: ۵۱/ ۱۱۲، ۱۳، دسمبر ۳، ص: ۲)

دینی حلقے کا تاثر:

بیرونی دباؤ کے آگے جھک کر اس طرح ذلت سے امریکی اور اس کے ہمنواؤں کی تمام جائز و ناجائز خواہشات کی تابعدارانہ تعلیم سے دینی تعلیم کے مستقبل پر جو خطرات منڈلا رہے ہیں ان سے ملت و وطن کا ہر خیر خواہ فکرمند و پریشان ہے، خاص طور پر تعلیمی حلقوں کے دیندار مخلصین کی بے چینی روز افزوں ہے، ذیل میں دو اہل علم کے تاثرات درج کئے جاتے ہیں:

ڈاکٹر ابراہیم خولی:

ڈاکٹر خولی پروفیسر ازہر یونیورسٹی کا خیال ہے کہ ''واشنگٹن اسلامی دینی تعلیم کو ختم کرنے کی مہم میں اس لئے پیش پیش ہے کہ اس کو یقین ہے کہ اس تعلیم و تربیت کے فارغین ہی عرب علاقہ پر اس کے تسلط اور قبضہ کرنے کے منصوبوں کا مقابلہ کرنے اور ان کو خاک میں ملانے کی ہمت و صلاحیت رکھتے ہیں، اس لئے انتہا پسندی اور دہشت گردی کے دیو سے خائف عرف حکام کے اندیشوں سے فائدہ اُٹھا کر وہ ان کو دینی تعلیم کے سوتے بند کرنے اور اس کے مقصد و نصاب کو مسخ کرنے کے لئے مجبور کر رہا ہے، کیونکہ اس کے نزدیک دہشت گردی کے خلاف جنگ کا یہی بہترین مثالی طریقہ ہے، مجھے ڈر ہے کہ اگر اس بارے میں عرب ممالک کا حکومتی جبر و قہر جاری رہا تو یہ ظلم و

ناانصافی خفیہ دینی تعلیم کے دروازہ کو کھول دے گی جس کے نتیجہ میں زیادہ انتہا پسند نسلیں پیدا ہوں گی، حالانکہ دینی تعلیم ہی معتدل اسلامی ثقافت پھیلانے کا ہمیشہ سب سے بڑا مصدر ومنبع بنی رہی ہے، لیکن ناجائز امریکی مطالبات کی اندھادھند تعمیل سے معکوس نتائج ہی نکلیں گے۔

میرے نزدیک عالم عربی میں دینی تعلیم کو امریکی منصوبوں سے زیادہ بڑا خطرہ اس مقامی لادینی حلقہ سے ہے جو اس کو بالکل ہی فنا کرنے کے در پے ہے، حکومت کے حساس محکموں پر اس لابی کا تسلط تھا۔ اس لئے دینی تعلیم بجٹ میں کٹوتی، اس کے فارغین کو ان کے سماجی مقام کے لائق ملازمتوں سے محروم رکھنا، وسائل ابلاغ عامہ میں ان کی تحقیر کی مہم وغیرہ کی وجہ سے وہ عرصے سے حکومت کے سوتیلے سلوک کا شکار تھی، اور اب ستمبر ۲ کے حالات کے بعد امریکہ اور اس کے ہمنواؤں کے وحشیانہ حملہ سے سابقہ ہے۔ اس لئے حقیقتاً اس کو فی الوقت بڑی مشکل کا سامنا ہے، بلکہ ایسا لگتا ہے کہ وہ بند سرنگ میں داخل ہوگئی ہے۔"

ڈاکٹر جمال عبدالہادی:

معروف اسلامی داعی (مبلغ) کا بھی یہی خیال ہے لیکن انھوں نے ڈاکٹر خولی کی بات کو دیگر انداز سے پیش کیا ہے: "امریکہ کی مدد سے دینی تعلیم کو دفن کرنے کے حکومتی منصوبے کامیاب نہیں ہوں گے اور مسلم اقوام ان منصوبوں کو چلنے نہیں دیں گے، مسلم عوام کے گھر دینی تعلیم کے مدارس میں بدل جائیں گے جسے سوویت یونین کے ممالک میں اس وقت ہوا تھا جب اسلام اور اس کے ماننے والے اہلِ ایمان کا محاصرہ کر کے ان کی مساجد و مدارس کو بند کر دیا گیا تھا، لیکن اس تاریک دور کے بعد وہاں تمام اطراف سے مسلم مجاہدین اپنے عقائد اور اصولوں کی نشر و اشاعت کے لئے نکل پڑے، ہم بحیثیت امت اپنی حکومتوں کے سیاسی نظاموں پر بھروسہ کرتے ہیں نہ ان کے لئے اپنی دین وعقیدہ کو چھوڑنے کے لئے تیار ہیں، اور نہ ان حکومتوں کو زیب دیتا ہے کہ وہ ان بیرونی دباؤں کے سامنے ذلت سے سرتسلیم خم کریں، امت کی دینی تعلیم اسلام کے جامع وشامل مفہوم کے مطابق بغیر کسی کمی بیشی کے پوری توجہ اور اہتمام سے ہونا چاہئے۔ دباؤ کے تحت دینی نصاب تعلیم پر جو امریکی اثرات مرتب ہو رہے ہیں دراصل یہ عرب ممالک کی انتہائی کمزوری کی وجہ سے ہو رہا ہے۔" دینی تعلیم کے خلاف ان سازشی منصوبوں کے مقابلہ کا طریقہ بتاتے ہوئے ڈاکٹر عبدالہادی نے واضح کیا:

☆العادۃ محکمۃ ☆ عادت کو حکم بنایا گیا ہے یعنی فیصلہ عرف کے مطابق ہوگا

دینی تعلیم کے خلاف یہ تمام ناپاک حملے دھرے رہ جائیں گے بشرطیکہ ہم اپنے گھروں کو مدرسوں میں تبدیل کر دیں، یعنی والدین بچوں کی صرف اسکولی تعلیم پر اکتفا نہ کریں، اس لئے کہ مسلمان طالب علم کو وزارتِ تعلیم کے مسخ شدہ نصاب اور مواد تعلیم کے مقابلہ میں مزید دینی و علمی مواد کی ضرورت ہے جو اس کو گھر پر ملنا چاہئے۔

اسی طرح مخلص ماہرین تعلیم کا فرض ہے کہ وہ خاص طور پر تاریخ اور اسلامی تربیت کا ایسا نصاب اور تعلیمی مواد تیار کریں جو مرحلہ وار اور طلبہ کی عمر کے مناصب دینی ثقافت کے تمام پہلوؤں کو شامل ہو۔ نیز شہری علوم (سوشل سائنسز) کو مسلمان کر کے زمانہ کے تقاضوں کے مطابق ان کے پروقار سنجیدہ علمی پروگرام بنانا بھی وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

ایک اور بنیادی کام بیرونی مشنری اسکولوں کے نمونے اور معیار کے مطابق اسلامی مدارس کا قیام اہم ترین ضرورت ہے تاکہ حکومتی مدارس کے پھیلائے ہوئے فساد و انتظار کی اصلاح ہو سکے۔

آخر میں وسائل ابلاغ عامہ، پیشہ ورانہ یونینوں، شہری سوسائٹیوں اور مساجد پر اپنے اپنے دائرہ کار میں واجب ہے کہ عرب مسلم ممالک میں توجہ و اہتمام سے تیار کردہ ان دینی نصابوں کو رائج کرنے اور پڑھانے کے لئے فضا ہموار کریں۔

اطلاع تبدیلی دفاتر

ماڈرن انسٹیٹیوٹ آف انفارمیٹکس اینڈ مینجمنٹ اسلام آباد

کے دفاتر نئی جگہ منتقل ہو گئے ہیں۔

نیا پتہ نوٹ فرمالیجئے

ایگزیکٹو سنٹر۔ مرکز آئی 8 اسلام آباد

فون نمبر 4438464 - 2278148

☆ ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ ☆ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ ☆